© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

ہمارے لائحۂ عمل کا دوسرا بنیادی مقصد، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، یہ ہے کہ عوام الناس کی ذہنی اور اخلاقی اصلاح کی جائے تاکہ ہمارا معاشرہ جاہلیت کی بنیادوں سے ہٹ کر اسلام کی صالح بنیادوں پر قائم ہو اور اس قابل بن جائے کہ اس میں برائیاں دبیں اور بھلائیاں نشو و نما پاسکیں۔ اس مقصد کے لئے جس پروگرام پر ہم کام کر رہے ہیں اس کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک شخص موجودہ مسلم معاشرے کے امراض کی اُس تشخیص کو اچھی طرح سمجھ لے جو ہم نے کی ہے کیونکہ تشخیص کو سمجھے بغیر علاج کو سمجھنا مشکل ہے۔ نہ ہمارے اپنے کارکن تجویزِ علاج پر صحیح طریقہ سے عمل کر سکتے ہیں اگر وہ تشخیصِ مرض کو نہ سمجھیں، اور نہ ہمارے کام کو دیکھنے والے صحیح رائے قائم کر سکتے ہیں اگر وہ یہ نہ جانیں کہ ہمارے نزدیک وہ مرض کیا ہے جس کا علاج ہم کرنا چاہتے ہیں۔

ہماری نگاہ میں اس وقت ہمارا معاشرہ تین مختلف عناصر پر مشتمل ہے۔

ایک وہ عنصر جو یا تو ذہنی طور پر اسلام سے منحرف ہے، یا اخلاقی حیثیت سے اسکی اطاعت و پیروی پر راضی نہیں ہے، یا جس کے مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں اصلی اور حقیقی اسلام اور پورا اسلام نافذ نہ ہونے پائے۔ یہ عنصر بہت سے چھوٹے بڑے گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔

ان میں کچھ مخلص ملاحدہ ہیں جو سوچ سمجھ کر غیر اسلامی نظریات پر ایمان لائے ہیں، غیر اسلامی قدروں کو دل سے اپنا چکے ہیں، اپنے الحاد کا صاف صاف اظہار کرتے ہیں اور اسلام کے نام سے فریب نہیں دیتے۔ اگرچہ اتنی فریب کاری ان میں بھی پائی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے نام تبدیل نہیں کیے اور مسلم سوسائٹی سے اپنا ظاہری تعلق نہیں توڑا۔ تاہم یہی کیا غنیمت ہے کہ وہ اسلام کے علمبردار نہیں بنتے، نہ اس کے مفسرین بن کر سامنے آتے ہیں۔

کچھ دوسرے لوگ مکار ملاحدہ ہیں جن کے دل اور دماغ تو مخلص ملاحدہ ہی کی طرح اسلام سے منحرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو چکے ہیں، مگر وہ اس کے علمبردار اور اس کو قائم کرنے کے مدعی بن کر اٹھتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی قیادت و سیادت پر وہی فائز ہوں اور اقتدار کی باگیں انہی کے ہاتھ میں رہیں۔

کچھ اور لوگ نیم الحاد اور نیم اسلام کے مقام پر ہیں۔ اسلام سے بالکل انکار تو نہیں کرتے مگر قرآن و سنت کا خالص اسلام ان کے لئے ناقابلِ قبول ہے۔ اس کے بجائے وہ اپنی مرضی کا ایک نیا اسلام تصنیف کر کے اسے حقیقی اسلام بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی قرآن سے کھیل رہا ہے، کوئی قرآن و حدیث دونوں کو تختۂ مشق بنا رہا ہے، کوئی ابوذر غفاریؓ کی آڑ لے رہا ہے، اور کسی کے ہاتھوں بیچارے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی شامت آرہی ہے۔

کچھ اور لوگ ہیں جن کی اسلام سے بغاوت فکری و نظری بنیادوں پر نہیں بلکہ یا تو اخلاقی بنیادوں پر ہے یا معاشی بنیادوں پر۔ یہ ہمارے متزفین ہیں۔ ان کو یہ گوارا نہیں ہے کہ اسلام آکر ان کی خواہشاتِ نفس اور اُن کی آزادیوں پر حدود و قیود عائد کرے۔ ان کی حرام خوریوں کا خاتمہ کر دے۔ اور ان کے معاشی ظلم کا استیصال کر کے ان کی آمد و خرچ پر پہرے بٹھا دے۔ اس گروہ کے لوگوں کو اسلام کبھی یاد آتا ہے تو صرف اُس وقت جب اشتراکی نظریات کی چوٹ ان کے مفاد پر پڑتی نظر آتی ہے۔ اس وقت وہ اسلام کو اپنے گھرانے کے پرانے خادم کی حیثیت سے پکارتے ہیں کہ آ اور اس غاصب کو مار بھگا دے۔ مگر عین اس فریاد کے وقت بھی وہ اپنی زندگی کے کسی دوسرے معاملہ میں اس "خاندانی ملازم" کو بولنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس باب میں اگر وہ ذرا سی لب کشائی بھی کر بیٹھے تو بیچارہ فوراً ملازم سے "ملّا ازم" بن کر رہ جاتا ہے۔

ایک اور گروہ مذہبی سوداگروں کا ہے جن کا سارا کاروبار ہی اس پر منحصر ہے کہ عام مسلمان اپنے دین سے جاہل رہیں، مشرکانہ اوہام میں مبتلا رہیں، خلق اور خالق کے درمیان ان کو بطورِ ایک مستقل واسطے کے تسلیم کریں۔ اور اپنی بے قید دنیوی زندگی کی کامیابیوں کے لئے، نیز ساری بے قیدیوں کے باوجود نجات کی گارنٹی حاصل کرنے کے لئے ان کی روحانی تائید اچھی قیمت پر خریدتے رہیں۔

ان سے بہت مختلف کچھ دوسرے مذہبی سوداگر بھی موجود ہیں جن کے لئے سب سے بڑا مسئلہ اپنی گدّیوں اور چھوٹی چھوٹی مذہبی ریاستوں کی حفاظت کا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے جن اسامیوں اور گاہکوں کو اگلوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے میراث میں پایا ہے یا خود اپنی محنت سے فراہم کیا ہے ان کو وہ ہر قیمت پر اپنے کاروبار سے وابستہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اقامتِ دین کی کسی ہمہ گیر تحریک کو — خواہ وہ کیسی ہی صحیح بنیادوں پر قائم ہو اور کتنی ہی سلامت روی کے ساتھ چلائی جا رہی ہو، اور خواہ ان کا اپنا علم اور ضمیر اس کے برحق ہونے کی شہادت دے رہا ہو — برداشت کرنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے، کیونکہ اسے دیکھتے ہی فوراً انہیں یہ اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں ان کے اپنے حلقے ٹوٹ کر اس بڑے دائرے میں جذب نہ ہو جائیں اور ان کی مرکزیت مجروح ہو کر نہ رہ جائے۔ ان میں سے اکثر "اہلِ دین" حضرات نے "اہلِ دنیا" سے طرح طرح کی مصالحتیں کر رکھی ہیں، دین و دنیا کی تقسیم اور دین کے محدود تصور کو بڑے بڑے نظر فریب مذہبی دلائل سے ثابت کر رکھا ہے، اور ان دلائل کو بڑی بڑی پاکیزہ اور محترم مذہبی شخصیتوں کے ذاتی عمل نے مضبوط کر رکھا ہے۔ ان کے ہاں اب تک جس تخیل کو مقبولیت حاصل رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایک بہترین نظامِ زندگی وہ ہے جسے اہلِ دنیا اپنے حسبِ منشا جس طرح چاہیں اور جن قوانین و ضوابط پر چاہیں چلاتے رہیں، مگر مذہبی مراسم بڑی عقیدت مندیوں کے ساتھ ادا کریں، مذہبی شخصیتوں کے آگے خراجِ عقیدت پیش کرتے رہیں، مذہبی اداروں کی فیاضانہ سرپرستی کرتے رہیں، اور مذہب کے محدود دائرے میں اہلِ مذہب کی ریاست کا لحاظ رکھیں۔ اور اگر کہیں وہ ایک شیخ الاسلام کا عہدہ قائم کر کے پرسنل لا کی حد تک قضا و افتاء کے اختیارات اور مذہبی اوقاف و مدارس کی نگرانی بھی ان کے حوالہ کر دیں تو بس یہ ایک آئیڈیل اسلامی ریاست ہے۔ ان حضرات کے لئے اب یہ ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ اگر دین کی وہ تعبیر و تفسیر صحیح ہے جس کی رُو سے دین و دنیا کی تقسیم کا ہر نظریہ غلط، کفر و فسق کی سیادت و قیادت سے ہر مصالحت غلط، اور پورے نظامِ زندگی پر دین کا ہمہ گیر تسلط ناگزیر، تو اس کے بعد ان کے علم اور عمل کی کیا ساکھ باقی رہ جاتی ہے جو اب تک اس تعبیر و تفسیر کے خلاف رہی ہے۔

ان مختلف گروہوں کے درمیان آپس میں بڑے اختلافات ہیں، اور ہم ان میں سے کسی کے ساتھ بھی یہ بے انصافی نہیں کر سکتے کہ ان کے اختلافات کو بناوٹی قرار دیں۔ درحقیقت بڑے اخلاص کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ یہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی پر بھی یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ دین کے بارے میں اس کا نظریہ کسی دوسرے گروہ کے نظریہ سے متحد ہے۔ لیکن اس بات کو جاننے اور ماننے کے باوجود جس بنا پر ہم ان سب کو ملا کر ایک عنصر قرار دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب اقامت دین کی کوئی تحریک اُٹھتی ہے تو یہ سارے گروہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جاتے ہیں۔ پچھلی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے اور آج کا تجربہ بھی یہی ظاہر کر رہا ہے۔ اس لئے تحریک اقامت دین کے نقطۂ نظر سے یہ سب ایک ہی عنصر قرار پاتے ہیں۔

تعداد کے لحاظ سے یہ عنصر بحیثیت مجموعی ہماری قوم کا ایک بہت ہی قلیل عنصر ہے، لیکن سیاسی طاقت اور معاشی وسائل، دونوں پر اس کا قبضہ ہے۔ عوام الناس کی بڑی تعداد اس کے پھندے میں پھنسی ہوئی ہے۔ اور جھوٹ کی اشاعت سے عوام کو فریب دینے کے بہت سے ہتھکنڈے اس کے پاس ہیں۔

ہمارا اس عنصر کے ساتھ دوگونہ معاملہ ہے۔ جہاں تک افراد کا تعلق ہے، وہ سب ہمارے انسانی اور قومی بھائی ہیں۔ ہم ان کا شخصی احترام کرتے ہیں خواہ وہ ہمیں گالیوں ہی سے کیوں نہ نوازیں۔ ان کے ساتھ ہمارا کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے۔ بلکہ ہم دل سے ان کے خیر خواہ ہیں اور اپنی حد تک انتہائی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی اصلاحِ خیال ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ان کا سینہ حق کے لئے کھول دے۔ لیکن جہاں تک ان کے ایک ایسے عنصر کا تعلق ہے جو تحریک اقامت دین کی راہ روکنے والا ہے، ہماری ان سے جنگ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس عنصر کے بہت کم افراد کو بے لاگ حق پرستی کی توفیق نصیب ہوا کرتی ہے، اور وہ بھی اپنے نفس کے ساتھ جہادِ اکبر کئے بغیر اس چیز کو اختیار نہیں کر سکتے۔ اس لئے نہ تو محض چند صالح بندے مل جانے کی امید پر اس عنصر کے ساتھ مداہنت برتی جاسکتی ہے، اور نہ کوئی ایسا شخص جو دین اللہ الخالص کے قیام کا خواہشمند ہو، اس کے ساتھ مصالحت پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ درحقیقت اقامتِ دین کی راہ کا روڑا یہی عنصر ہے۔ اس کو ہٹانا، عوام الناس کو اس کے دباؤ اور اثر سے نکالنا، اور اقتدار کی مسندوں سے اس کو بے دخل کرنا ایک ایسا ناگزیر تخریبی کام ہے جس کے بغیر کوئی تعمیری و اصلاحی کام بار آور ہو ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں سکتا۔

دوسرا عنصر اُن صالح لوگوں پر مشتمل ہے جو دین کو تھوڑا یا بہت جانتے ہیں، اور جس قدر بھی اسے جانتے ہیں اُس کو اخلاص کے ساتھ مانتے ہیں، اور ہر اُس چیز کی اطاعت و حمایت کے لئے تیار رہتے ہیں جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی دلیل سے حق ثابت ہو جائے۔ یہ لوگ قوم کے ہر طبقے میں موجود ہیں۔ غریبوں میں بھی اور امیروں میں بھی۔ رعیت میں بھی اور حکام میں بھی۔ نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی اور پرانے طرز کے علماء میں بھی۔ اگرچہ یہ بھی تعداد میں بہت کم ہیں، لیکن مایوس کن حد تک کم نہیں ہیں، بلکہ شاید ہم مبالغہ نہ کرینگے اگر یہ کہیں کہ اول الذکر عنصر سے اِس دوسرے عنصر کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کی اصل طاقت یہی لوگ ہیں اور یہاں اصلاح کی جتنی امیدیں ہیں، انہی سے وابستہ ہیں۔ اپنی بداعمالیوں کے باوجود اب تک اِس قوم پر اللہ کی جو رحمتیں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں ان کی وجہ یہی ہے کہ اس گئی گذری حالت میں بھی یہ بقیۃ القوم اس کے اندر معتدبہ تعداد میں موجود ہیں اور ان کے ہاتھوں خیر و صلاح کے قیام کے امکانات ہیں۔

اس گروہ میں مختلف قسم کی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے ناقص مطالعہ کی وجہ سے دین کے محدود تصور میں مبتلا ہیں اور وسیع و ہمہ گیر تصور کو اخذ کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔ بعض جزئیات و کلیات کے فرق کو نہیں سمجھتے اور غیر اہم چیزوں کو اتنا اہم قرار دے بیٹھے ہیں کہ اصل اہمیت رکھنے والی چیزیں ان کی نگاہ میں کم وزن ہو گئی ہیں۔ بعض کا فہم دین تو صحیح ہے، مگر یا تو وہ اپنے فرض کو ابھی تک پوری طرح نہیں پہچانتے، یا ان کے اندر قوتِ عمل کی کمی ہے، یا اُن پر یاس کا غلبہ ہے، یا ان کو علم نہیں ہے کہ ان کے ملک میں اقامتِ دین کی کوئی سعی ہو رہی ہے، یا وہ سعی کرنے والوں کو ابھی تک شک کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں، یا انہیں توقع ہے کہ محدود قسم کی صلاحی تدبیروں سے کام چل جائیگا۔

ہماری تمام تر کوشش یہ ہے کہ اس عنصر کی یہ ساری کمزوریاں دور ہوں۔ یہ بیدار ہو، منظم ہو، حرکت میں آسکے، اور خواہ یہ ہمارے ساتھ ملے یا نہ ملے، بہرحال اقامتِ دین کی سعی میں ہم کو اس کا زیادہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ تعاون حاصل ہو۔

تیسرا عنصر عوام پر مشتمل ہے۔ یہ ہماری قوم کا سواد اعظم ہے۔ ہماری کل آبادی کا ۹۰ فیصدی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ یہ لوگ اسلام سے گہری عقیدت اور مخلصانہ محبت رکھتے ہیں۔ اس کے نام پر جان و مال پہلے بھی قربان کرتے رہے ہیں اور آج بھی اس پر آمادہ ہیں۔ اسلام کے سوا کوئی چیز ان کو اپیل نہیں کرتی، اور جس چیز کو یہ جان لیں کہ یہ اسلام کے خلاف ہے، اُسے چاہے مجبوراً برداشت کرلیں، دل سے کبھی گوارا نہیں کرتے۔ مگر ان غریبوں کو کئی روگ لگے ہوئے ہیں۔

سب سے بڑا اور بنیادی روگ یہ ہے کہ جس اسلام سے یہ عشق رکھتے ہیں اس کو جانتے نہیں ہیں۔ اس کی تفصیلات سے ہی نہیں، اس کے اصول و مبادی تک سے بے خبر ہیں۔ اسی لئے ہر ضال و مضل شخص اسلام کا لباس پہن کر ان کو بہکا سکتا ہے۔ ہر غلط عقیدہ اور غلط طریقہ اسلام کے نام سے ان کے اندر پھیلایا جا سکتا ہے۔

دوسرا بڑا روگ یہ ہے کہ ایک مدتِ دراز سے ان کی اخلاقی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہوا ہے۔ یہ خودرو درختوں کی طرح اُگتے اور پرورش پاتے رہے ہیں۔ اسلامی اخلاق تو درکنار، بنیادی انسانی اخلاقیات تک ان میں پیدا کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ پچھلے ڈیڑھ دو سو برس کے دورِ غلامی میں اخلاقی حیثیت سے یہ مسلسل پستی کی جانب بڑھتے رہے ہیں۔

اس پر مزید یہ کہ ان کی اپنی قوم کے اہلِ دماغ اور با اثر طبقوں نے (جن کو ہم نے پہلے عنصر میں شمار کیا ہے) انہیں اور بہت سے نئے روگ لگا دیئے ہیں۔ یہ غریب تعلیم کے لئے جدید درسگاہوں میں جاتے ہیں تو وہاں زیادہ تر مخلص اور مکار ملاحدہ، یا نیم مسلم و نیم ملحد حضرات سے ان کو پالا پڑتا ہے۔ قدیم مدارس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اکثر مذہبی سوداگروں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو خطیبوں اور واعظوں کی عظیم اکثریت انہیں گمراہ کرتی ہے۔ روحانی تربیت کے طالب ہوتے ہیں تو پیروں کی غالب اکثریت ان کے لئے رہزن ثابت ہوتی ہے۔ دنیوی معلومات کے سرچشموں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ان اخبارات اور رسائل سے ان کو سابقہ پیش آتا ہے جن کی بہت بڑی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکثریت ہماری قوم کے سب سے زیادہ رذیل طبقہ کے ہاتھ میں ہے۔ قومی اور ملکی معاملات کی سربراہ کاری کے لئے لیڈر ڈھونڈتے ہیں تو وہ زیادہ تر ملاحدہ اور نیم ملاحدہ اور مترفین کے گروہ سے نکلتے ہیں۔ اپنی معیشت کی تلاش میں رزق کے منبعوں کی طرف جاتے ہیں تو وہاں بیشتر ان لوگوں کو قابض پاتے ہیں جنہوں نے حرام وحلال کے امتیاز کو مستقل طور پر ختم کر رکھا ہے۔ غرض، ہماری قوم کے وہ طبقے جو دراصل ایک قوم کے دل اور دماغ ہوتے ہیں اور جن پر اس کے بناؤ اور بگاڑ کا انحصار ہوا کرتا ہے، اس وقت بدقسمتی سے ایک ایسا عنصر بنے ہوئے ہیں جو اسے بنانے کے بجائے بگاڑنے پر تلا ہوا ہے اور بناؤ کی ہر صحیح و کارگر تدبیر میں مزاحم ہے۔

موجودہ مسلم معاشرے کے عناصر ترکیبی کا یہ تجزیہ اور اس کے امراض کی یہ تشخیص اگر صحیح ہے، تو اب تجویز علاج پر غور کیجئے۔ ہمارے نزدیک علاج کی کوئی صورت بجز اس کے نہیں ہے کہ

عنصر دوم کو جہاں تک ممکن ہو قوم کے تمام طبقوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا جائے، ان کی ذہنی و اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اور انہیں منظم کر کے اصلاح کے کام میں لگایا جائے۔

عنصر سوم میں اسلام کا صحیح علم اور جامع و ہمہ گیر تصور زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر پھیلایا جائے اور ان کے اندر بنیادی انسانی اخلاقیات اور اسلامی اخلاقیات کو نشوونما دینے کی باقاعدہ سعی کی جائے۔

عنصر اوّل کے ضمیر کو پوری حکمت اور دلسوزی کے ساتھ اپیل کرنے کی کوشش تو برابر جاری رہے، مگر اصلاح کی بے جا توقعات اس سے وابستہ کر کے قوم کے سواد اعظم کو اس کے قبضہ و تسلط سے نکالنے کی کوشش میں ہرگز تساہل یا نرمی و رعایت سے کام نہ لیا جائے۔ رہا اس کے جھوٹ کا طوفان، اور اس کے فتنوں کا میگزین، اور اس کا سیاسی اور معاشی دباؤ، تو اس سے ڈر کر پیچھے ہٹنا تو ہمارے نزدیک فرار من الزحف سے کم تر درجے کا گناہ نہیں ہے۔

علاج کی اس تجویز کو سمجھ لینے کے بعد کسی شخص کو ہمارے عملی پروگرام کے سمجھنے میں زحمت پیش

(باقی ص ۱۹۲ پر)

© rasailojaraid.com